(۲)

خودی اور تعیّنات وجود

("منظوم ترجمہ اسرارِ خودی")

پیکرِ ہستی میں ہے جانِ خودی
ذرّہ ذرّہ زیرِ فرمانِ خودی

جب خودی نے پالیا اپنا شعور
عالمِ پندار نے پایا ظہور

ذات میں اس کی ہے پوشیدہ تضاد
غیرِ خود کا اس نے چکھا ہے سواد

اپنی ہستی کو سمجھ کر ذاتِ غیر
اس نے اپنے آپ سے رکھا ہے بیر

خوش ہے پیکر سازئ اغیار میں
جس سے شدت لذتِ پیکار میں

وار اپنے آپ پر اس نے کیے
اپنی قوت آزمانے کے لیے

خود فریبی کا بنے وہ تار و پو'
خون سے کرتی ہے' مثلِ گل' وضو

اک گلِ رشک گلستاں کے لیے
وہ لہو صد ہا گلستاں کا پیے

سیکڑوں آہ و بکا پیدا کرے
تاکہ اک نادر نوا پیدا کرے

اک فلک' اور وہ بنائے سو ہلال
ایک نکتہ اور کرے صد قیل و قال

اُس کا یہ اِسراف' یہ جنگ و قتال
تاکہ ہو تخلیق و تکمیلِ جمال

حُسنِ شیریں کا اٹھائے کو خمیر
وہ بہاتی ہے ہزاروں جوئے شیر

نافۂ مشکیں کی خاطر' دمبدم
آہوؤں کے چاک کرتی ہے شکم

سوزِ پیہم سے جو ہے پروانہ خوش
شمع سے کہتی ہے بن پروانہ کُش

نقشِ امروز اس نے کتنے رد کیے
ایک روشن صبحِ فردا کے لیے

سو خلیلوں کو دیا ہے اس نے داغ
تاکہ روشن ہو محمدؐ کا چراغ

بنتی ہے خود بہرِ اغراضِ عمل ۔۔۔ عامل و معمول و اسباب و علل
کھینچتی کھنچتی، بھگاتی بھاگتی ۔۔۔ مارتی، مرتی، جگاتی جاگتی
خود ہی قاتل اور خود مقتول ہے ۔۔۔ خود ہی رسوا اور خود مقبول ہے
اس کا میدانِ عمل ہے کائنات ۔۔۔ وہ اگر جاگے تو دن سوئے تو رات
ہیں اسی کی رات میں گلکاریاں ۔۔۔ ہے غبارِ راہ اس کا آسماں
اپنے شعلے کو شرر میں بانٹ کر ۔۔۔ دی خرد کو صرف اجزا کی خبر
خود شکن ایسی کہ اجزا میں بٹی ۔۔۔ اور پریشاں ہو کے صحرا بن گئی
منتشر جب تک تھی تو دریا تھی ۔۔۔ اور جب سمٹی تو پھر کہسار تھی
خود کو کرنا فاش ہے خوئے خودی ۔۔۔ ذرّے میں قوت ہے از روئے خودی

ایک قوت جو ہے بیتابِ عمل
اور عمل بھی زیرِ اسبابِ عمل

○

زندگی میں چونکہ ہے زورِ خودی ۔۔۔ ہے بقدرِ اُستواری زندگی
قطرہ جب حرفِ خودی از بر کرے ۔۔۔ ہستیٔ بے مایہ کو گوہر کرے
چونکہ مے ضعفِ خودی کا ہے شکار ۔۔۔ جام سے لیتی ہے پیکر مستعار
گرچہ پیکر یافتہ ہے جامِ مے ۔۔۔ اس کی گردش آدمی کے دم سے ہے
خود کو تج کر کوہ جب صحرا بنے ۔۔۔ کیا حریفِ جوششِ دریا بنے!
موج جب تک خود کو رکھے برقرار ۔۔۔ ہے وہ سینے پر سمندر کے سوار
حلقہ زن ہو کر بنا جب نورِ آنکھ ۔۔۔ دیکھنے پر ہو گئی مامور آنکھ
پہلے دیدِ جلوہ کی خواہش ملی ۔۔۔ آنکھ کو پھر قوتِ جنبش ملی
جونہی آئی سبزے میں اُگنے کی تاب ۔۔۔ تھا زمیں کو چیرنے میں کامیاب
شمع میں جب تک رہا زورِ خودی ۔۔۔ وہ رہی خود اپنے پیروں پر کھڑی

(باقی صفحہ ۴۶ پر)